قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعرات 23 جنوری 2020ء | 27 جمادی الاول 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 20

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَ اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَ الصَّلٰوۃِ ؕ وَ اِنَّہَا لَکَبِیۡرَۃٌ اِلَّا عَلَی الۡخٰشِعِیۡنَ

(البقرۃ:46)

ترجمہ: اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو اور یقیناً یہ عاجزی کرنے والوں کے سوا سب پر بوجھل ہے۔

فرمانِ رسول ﷺ

اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے ۔اول گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

معجزات کا اصل منبع دعا ہے

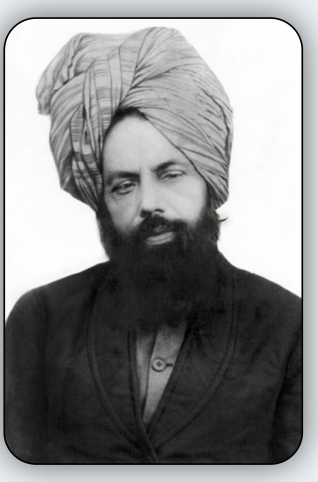

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

”سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کرخداتعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اورکامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتاہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتاہے پھر آگے کیا دیکھتاہے کہ بارگاہِ الوہیت ہے اور اُس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ تب اُس کی روح اُس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوتِ جذب جو اُس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خداتعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جلّ شانہٗ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتاہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتاہے جن سے ایسے اسباب پیداہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لیے ضروری ہیں۔مثلاً اگر بارش کے لیے دعا ہے توبعد استجابت دعا کے وہ اسباب طبیعہ جو بارش کے لیے ضروری ہوتے ہیں اس دعا کے اثر سے پیدا کیے جاتے ہیں اور اگر قحط کے لیے بددعا ہے تو قادر مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کر دیتا ہے۔ اِسی وجہ سے یہ بات اربابِ کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے کہ کامل کی دعا میں ایک قوتِ تکوین پیدا ہو جاتی ہے یعنی باذنہٖ تعالیٰ وہ دعا عالم سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اُس طرف لے آتی ہے جو طرف مؤید مطلوب ہے۔خداتعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظیریں کچھ کم نہیں ہیں بلکہ اعجاز کی بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیاء ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اُس کا اصل اورمنبع یہی دعا ہے۔ اوراکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں۔ وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اورپُشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اورآنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہواکہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچادیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ وَغَمِّهٖ وَحُزْنِهٖ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَنْزِلْ عَلَيْهِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَى الْاَبَدِ۔اور میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اسباب طبیعہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دُعا ہے۔“

(برکات الدعا،روحانی خزائن جلد 6۔صفحہ 9تا 10)

فرمان خلیفہ وقت

نماز کی طرف توجہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں ۔

”انصار اللہ کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اس بات کی اہمیت کو سمجھیں ،اِقَامَۃ الصَّلٰوۃ کا حق ادا کرنے والے بنیں۔ اپنے بچوں کو اپنے گھر والوں کو نمازوں کی طرف توجہ دلائیں۔اگر انصار اللہ کی عمر کے لوگوں میں سے جو اپنی متعلقہ مجالس کے عہدیدار بھی ہیں اگر وہ خود اس طرف توجہ کریں کہ انہوں نے قیامِ نماز کا حق ادا کرنا ہے ہر سطح پر جو عہدیدار ہیں اور اپنے بچوں کو بھی اس کی تلقین کرتے ہوئے مساجد میں لانے کی کوشش کرنی ہے اور اپنے احمدی ہمسائیوں کو بھی نماز میں آتے جاتے اس طرف توجّہ دلاتے رہنا ہے، تو ہم دیکھیں گے کہ ہماری مساجد حقیقت میں بارونق مساجد بن جائیں گی اور اگر تمام انصار اس کی طرف توجہ کریں تو ایک انقلاب پیدا ہوسکتا ہے۔پس اس طرف توجہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔“

(اختتامی خطاب اجتماع انصار اللہ یوکے 2018ء)

الفضل کا دیدہ زیب شمارہ

قارئین کی دلچسپی اور الفضل کی ویب سائٹ کو آسانی کے ساتھ دیکھنے کے لئے اب الفضل کے شماروں کو مزید دیدہ زیب اور interactive بنا دیا گیا ہے۔ اب آپ شماروں کو ڈاؤن لوڈ کرنے کے بعد بھی اپنے مطلوبہ مضامین نظمیں اور آرٹیکلز وغیرہ ویب سائٹ پر بھی ملاحظہ کر سکیں گے۔ الفضل کے شمارے کی پہلے صفحہ کی پیشانی(logo)، ہیڈرز headers اور آخری صفحہ کی پیشانی (back logo) پر ویب links دستیاب ہیں ان پر کلک کریں اور ویب سائٹ پر جاکر مزید سہولیات سے استفادہ فرمائیں۔ مزید معلومات کے لئے رابطہ فرمائیں۔

www.alfazlonline.org

info@alfazlonline.org

دربارِ خلافت

حیا کے لئے حیادار لباس ضروری ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

’’ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ حیا کے لئے حیادار لباس ضروری ہے اور پردہ کا اس وقت رائج طریق حیادار لباس کا ہی ایک حصہ ہے۔ اگر پردہ میں نرمی کریں گے تو پھر اپنے حیا دار لباس میں بھی کئی عذر کر کے تبدیلیاں پیدا کر لیں گی اور پھر اس معاشرے میں رنگین ہو جائیں گی جہاں پہلے ہی بے حیائی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ دنیا تو پہلے ہی اس بات کے پیچھے پڑی ہوئی ہے کہ کس طرح وہ لوگ جو اپنے مذہب کی تعلیمات پر چلنے والے ہیں اور خاص طور پر مسلمان ہیں انہیں کس طرح مذہب سے دُور کیا جائے۔ سوئٹزرلینڈ میں ایک لڑکی نے مقدمہ کیا کہ میں لڑکوں کے ساتھ سوئمنگ کرنے میں حجاب محسوس کرتی ہوں مجھے سکول پابند کرتا ہے کہ مِکس سوئمنگ ہو گی۔ مجھے اس کی اجازت دی جائے کہ علیحدہ لڑکیوں کے ساتھ میں سوئمنگ کروں۔ ہیومن رائٹس والے جو انسانی حقوق کے بڑے علمبردار بنے پھرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے تم یہ چاہتی ہو کہ علیحدہ کرو، یہ تمہارا ذاتی حق تو ہے لیکن یہ کوئی ایسا بڑا ایشو نہیں ہے جس کے لئے تمہارے حق میں فیصلہ دیا جائے۔ جہاں اسلام کی تعلیم اور عورت کی حیا کا معاملہ آیا تو وہاں انسانی حقوق کی تنظیمیں بھی بہانے بنانے لگ جاتی ہیں۔ پس ایسے حالات میں احمدیوں کو پہلے سے بڑھ کر زیادہ محتاط ہونا چاہئے۔ اگر سکولوں میں چھوٹے بچوں کے لئے بعض ملکوں میں سوئمنگ لازمی ہے تو پھر چھوٹے بچے بچیاں پورا لباس پہن کر یعنی جو سوئمنگ کا لباس پورا ہوتا ہے جسے آجکل برقینی(Burkini) کہتے ہیں وہ پہن کر سوئمنگ کریں۔ تا کہ ان کو احساس پیدا ہو کہ ہم نے بھی حیادار لباس رکھنا ہے۔ ماں باپ بھی بچوں کو سمجھائیں کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی علیحدہ سوئمنگ ہونی چاہئے۔ اس کے لئے کوشش بھی کرنی چاہئے۔

اسلام مخالف قوتیں بڑی شدت سے زور لگا رہی ہیں کہ مذہبی تعلیمات اور روایات کو اسلام کے اندر سے ختم کیا جائے۔ یہ لوگ اس کوشش میں ہیں کہ مذہب کو آزادئ اظہار اور آزادئ ضمیر کے نام پر ایسے طریقے سے ختم کیا جائے کہ ان پر کوئی الزام نہ آئے کہ دیکھو ہم زبردستی مذہب کو ختم کر رہے ہیں اور یہ ہمدرد سمجھے جائیں۔ شیطان کی طرح میٹھے انداز میں مذہب پر حملے ہوں۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس زمانے میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا کام حضرت مسیح موعود کی جماعت کے سپرد ہے اور اس کے لئے ہمیں بھرپور کوشش کرنی پڑے گی اور تکلیفیں بھی اٹھانی پڑیں گی۔ ہم نے لڑائی نہیں کرنی لیکن حکمت سے ان لوگوں سے معاملہ بھی کرنا ہے۔ اگر آج ہم ان کی ایک بات مانیں گے جس کا تعلق ہماری مذہبی تعلیم سے ہے تو پھر آہستہ آہستہ ہماری بہت سی باتوں پر، بہت ساری تعلیمات پر پابندیاں لگتی چلی جائیں گی۔ ہمیں دعاؤں پر بھی زور دینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان شیطانی چالوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور توفیق بھی دے اور ہماری مدد بھی فرمائے۔ اگر ہم سچائی پر قائم ہیں اور یقینا ہیں تو پھر ایک دن ہماری کامیابی بھی یقینی ہے۔ اسلام کی تعلیمات نے ہی دنیا پر غالب آنا ہے۔

حضرت مسیح موعود ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’سچ میں ایک جرأت اور دلیری ہوتی ہے۔ جھوٹا انسان بزدل ہوتا ہے۔ وہ جس کی زندگی ناپاکی اور گندگناہوں سے ملوث ہے وہ ہمیشہ خوفزدہ رہتا ہے اورمقابلہ نہیں کرسکتا۔ ایک صادق انسان کی طرح دلیری اور جرأت سے اپنی صداقت کا اظہار نہیں کرسکتا اوراپنی پاکدامنی کا ثبوت نہیں دے سکتا۔ دنیوی معاملات میں ہی غور کرکے دیکھ لو کہ کون ہے جس کو ذرا سی بھی خدانے خوش حیثیتی عطاکی ہو اور اس کے حاسد نہ ہوں۔ ہر خوش حیثیت کے حاسد ضرور ہوجاتے ہیں اورساتھ ہی لگے رہتے ہیں۔ یہی حال دینی امور کا ہے۔ شیطان بھی اصلاح کا دشمن ہے۔ پس انسان کو چاہئے کہ اپنا حساب صاف رکھے اورخدا سے معاملہ درست رکھے۔ خداکو راضی کرے پھر کسی سے نہ خوف کھائے اور نہ کسی کی پرواہ کرے‘‘

(خطبہ جمعہ مورخہ 13 جنوری 2017ء)

سب جان و مال اپنا خدا پر فدا کیا

اے قوم احمدی تُو ذرا غور سے تو دیکھ
دِین خدا کے واسطے تُو نے ہے کیا کیا

ہے دعویٰ وراثت اصحابِ مصطفیٰؐ
ان کی طرح بتا تو سہی تُو نے کیا کیا

کن کن مصیبتوں میں وہ ثابت قدم رہے
کچھ یاد ہے تمہیں جو صحابہ نے تھا کیا

چُھوٹا وطن عزیز چُھٹے ہمنشیں چُھٹے
کفار نے ہر عیش کو ان کے فنا کیا

لوٹے گئے ، شہید ہوئے ، راہِ دیں میں
سب جان و مال اپنا خدا پر فدا کیا

پروانہ تھے وہ شمعِ صداقت کے واسطے
فرحاں تھی روح گو تنِ خاکی جلا کیا

ہر امتحاں کے وقت وہ ثابت قدم رہے
بڑھ بڑھ کے اپنی جاں کو قرباں سدا کیا

راضی خدا تھا ان سے وہ اس کی رضا پہ خوش
ان عاشقوں نے نفس کو اپنا فنا کیا

اسلام کی اشاعتِ کامل کے فرض کو
تمہی کہو کہ تم نے کہاں تک ادا کیا

کتنوں نے دین کے لئے دنیا نثار کی
کتنوں نے جان و مال کو وقفِ خدا کیا

جو مال دے گئے تھے مسیح محمدیؑ
کس کس کو تم نے وہ زرِ خالص عطا کیا

حصہ لیا ہے تم نے جو تبلیغِ دین میں
اعلان حق جو تم نے ببانگ ادا کیا

حضرت مرزا شریف احمدؓ

نذیر احمد خادم

رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں بیویوں سے حسن سلوک

آنحضور ﷺ نے اپنے اعلیٰ نمونہ اور اسوۂ حسنہ کی برکتوں سے دنیا کو مالا مال کر دیا۔ ہر گروہ اور طبقہ کے انسانوں کے لئے آپؐ رحمت کا بادل بن کر برستے رہے۔ طبقۂ نسواں پر بھی آپؐ نے بے انتہا کرم فرمائے۔ اس کی عزت و احترام کو قائم فرمایا۔ اس کے حقوق مقرر کئے اس سے روا رکھے جانے والے مظالم اور ناانصافیوں کا قلع قمع فرمایا۔ آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی کامل کتاب اور آخری شریعت قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ عورتوں اور بیویوں کی تکریم اور ان کے حقوق کا ذکر ہے۔ اس مضمون میں قرآن کریم اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں بیویوں سے حسن سلوک سے متعلق اسلام کی تعلیم اختصار سے پیش کی جا رہی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ عورتوں کے جذبات کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ فرمایا۔

ترجمہ: اور اللہ نے تمہارے لئے تم میں سے (یعنی تمہارے ہی جیسے جذبات رکھنے والی) بیویاں بنائی ہیں (سورۃ النحل آیت: 73)

تفسیر صغیر میں اس آیت کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ تحریر فرماتے ہیں کہ

"قرآن کریم میں ہے مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ اور اقرب الموارد اور شرح مائۃ عامل میں لکھا ہے کہ من کے معنی بعض کے بھی ہوتے ہیں۔ اس کی رو سے اس آیت کے یہ معنے بنیں گے کہ تمہاری بیویاں ان ماں باپ کی بیٹیاں ہیں جو تمہاری طرح کے ہیں۔ اس لئے ان کے جذبات بھی وہی ہیں جو تمہارے ہیں"

(تفسیر صغیر صفحہ 340)

پھر بیویوں سے حسن سلوک کی تعلیم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

ترجمہ: اور ان سے اچھا سلوک کرو (النساء: 20) پھر اس کے ساتھ ہی ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ مبذول کرواتے ہوئے اللہ تعالیٰ خاوندوں کو یاد دلاتا ہے کہ

اگر تم انہیں ناپسند کرو تو (یاد رکھو کہ یہ) بالکل ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت (سا) بہتری (کاسامان) پیدا کر دے۔ (النساء آیت: 20)

پھر میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ تمہارے لئے ایک (قسم کا) لباس ہیں اور تم ان کے لئے ایک (قسم کا) لباس ہو۔ (البقرہ آیت: 188)

تفسیر صغیر کے حاشیہ میں درج ہے کہ

لباس سے یہ مراد ہے کہ خاوند کی وجہ سے لوگ عورت پر الزام لگانے سے ڈرتے ہیں اور عورت کی وجہ سے خاوند پر الزام لگانے سے ڈرتے ہیں۔ پس وہ ایک دوسرے کا لباس ہیں یعنی ایک دوسرے کی حفاظت کرتے ہیں۔"

(تفسیر صغیر حاشیہ بر صفحہ 40)

لباس کے جس قدر بھی مقاصد اور فوائد ہیں ان سب پر غور کیجئے انسان لباس کے فوائد اور برکات کا قائل ہو جاتا ہے پس میاں بیوی ہر دو کو اپنے اپنے لباس کی قدر کرنی چاہئے اور اسے ہر قسم کے نقصان اور میل کچیل سے بچاتے ہوئے لباس تقویٰ بنا کر اپنے خالق کی رضا اور محبت حاصل کرنی چاہئے۔ پس معاہدہ نکاح کے بعد اس نعمت خداوندی کی ہرطرح سے قدر کرتے ہوئے اپنے رب کریم کا شکر بجا لانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اور جس طرح ان (عورتوں) پر کچھ ذمہ داریاں ہیں (ویسے ہی) مطابق دستور انہیں بھی (کچھ حقوق) حاصل ہیں۔

(البقرہ: 229)

تفسیر صغیر میں حاشیہ پر مندرجہ ذیل نوٹ ہے۔

عورتوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ تمہارے حقوق کی حفاظت ہم نے کر دی ہے اور جس طرح مردوں کو تم پر بعض حق دیئے ہیں تم کو بھی ان پر بعض حق دیئے ہیں۔

(تفسیر صغیر صفحہ 55)

عورتوں کے وراثتی اور دیگر بہت سے حقوق کو جس احسن اور کامل طور پر دین حق نے بیان کیا ہے ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ بیویوں سے حسن سلوک کے بارے میں اب حضرت بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپؐ کا اسوۂ حسنہ پیش کیا جاتا ہے۔

آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ

"ایمان کے لحاظ سے کامل مومن اور اخلاق کے اعتبار سے ان میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو ان میں سے اپنے اہل و عیال پر سب سے زیادہ مہربان اور مشفق ہے۔" (جامع ترمذی) میاں بیوی کی رفاقت زندگی بھر کے لئے ہوتی ہے اور اس میں ضروری نہیں کہ اپنے ساتھی اور رفیق کی تمام ادائیں اور سب عادات ہمیشہ پسند آئیں یا ایک دوسرے کی منشاء کے مطابق ہوں۔ طبائع کا فرق اور فاصلہ درگزر، بلند حوصلہ اور شیریں نصیحت اور عمدہ نمونہ سے آہستہ آہستہ دور کیا جا سکتا ہے اور جو خوبیاں پسندیدہ ہیں ان کی خاطر دوسری ناپسندیدہ باتوں سے اغماض و چشم پوشی کرتے ہوئے دعاؤں اور عمدہ نصیحت کے طریق سے کام لینا چاہئے۔ رسول کریم ﷺ کی یہ نصیحت اور ارشاد حرز جان بنانے کی سعادت حاصل کرلی جائے تو میاں بیوی کی زندگی بہت خوشگوار ہو سکتی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ

"کوئی صاحب ایمان مرد، صاحب ایمان عورت سے بغض نہ رکھے۔ اگر اس کی ایک خُو اُسے ناپسند ہے تو اس کی دوسری خُو یا وصف اسے پسند بھی تو ہے۔"

(صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سب سے اچھے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے اچھے ہیں۔ (جامع ترمذی)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل (بیوی بچوں) سے سب سے بہتر سلوک کرنے والا ہے اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل سے اچھا سلوک کرتا ہوں۔ (ابو داؤد)

بخاری شریف کی اور ایک اور حدیث میں جو حضرت ابوہریرہؓ سے ہی مروی ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ

جو شخص اللہ پر اور آخری دن (قیامت) پر ایمان لاتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ پہنچائے اور میں تمہیں بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ عورتیں ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں اور پسلی کا زیادہ ٹیڑھا حصہ ہی زیادہ اونچا ہوتا ہے اور اگر تم پسلی کو بالکل سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ دو گے اور اگر اسی حالت میں چھوڑ دو گے تو اس کی طبعی کجی قائم رہے گی۔ پس میری نصیحت مانو اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے طریق پر گزارہ کرنے کی کوشش کرو۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

"رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں اے لوگو! عورتوں سے زیادہ سختی کا معاملہ نہ کیا کرو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی سیدھی نہیں ہو سکے گی...... رسول کریم ﷺ نے عورت کے ساتھ انسان کے تعلق کی مثال بیان فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ تم عورت سے تعلق رکھتے وقت پسلی کی مثال کو اپنے سامنے رکھا کرو پسلی اگر ایک طرف پوری طرح جھکی ہوئی ہوتی ہے اور اس کا رخ انسانی قلب کی طرف ہوتا ہے تو دوسری طرف وہ جسم میں ایک علیحدہ وجود بھی نظر آتی ہے گویا ایک ہی وقت میں دونوں باتیں اس میں دکھائی دیتی ہیں وہ جسم کے ساتھ بھی پیوست ہوتی ہے اور اس کا ہر حصہ علیحدہ علیحدہ بھی نظر آتا ہے۔ پس درحقیقت اس مثال میں رسول کریم ﷺ نے مرد اور عورت کے تعلقات کا ذکر کیا ہے اور عورت کو پسلی سے مشابہ قرار دے کر اس سے حسن سلوک کرنے کی طرف نہایت لطیف پیرایہ میں اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ غور کرکے دیکھ لو دنیا میں جس قدر رشتے پائے جاتے ہیں ان میں سے صرف عورت کا ہی ایک ایسا رشتہ ہے کہ ایک طرف تووہ اپنے خاوند کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتی ہے اور دوسری طرف اگر اسے الگ کرو تو وہ الگ بھی ہو جاتی ہے۔ ماں بیٹی کا رشتہ کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا۔ باپ بیٹے کا رشتہ کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا بھائی بھائی کا رشتہ کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا لیکن خاوند اور بیوی کا رشتہ ایسا ہے کہ وقت آنے پر وہ ٹوٹ بھی سکتا ہے...... پس اس حدیث میں رسول کریم ﷺ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ خاوند اور بیوی کے تعلقات جہاں بے انتہا محبت پر مبنی ہوتے ہیں وہاں یہ تعلق ایسا نازک بھی

ہے کہ بعض اوقات آپس میں نفرت بھی پیدا ہوجایا کرتی ہے اس لئے عورتوں پر زیادہ سختی نہ کیاکرو۔ بے شک عورت کی اصلاح کی کوشش کرو لیکن ایسا نہ ہو کہ تمہاری سختی کی وجہ سے عورت کا دل تمہاری طرف سے پھر جائے اور وہی جو تم پر جان دیتی تھی تمہیں چھوڑنے پر آمادہ ہو جائے۔''

(اسوۂ حسنہ، تقریر جلسہ سالانہ 1943ء بمقام قادیان صفحہ 120تا 122)

بیویوں کے بارے میں آنحضور ﷺ کی ایک اور ہدایت یہ ہے کہ ان کی غذا اور لباس کا بھی خاص طور سے خیال رکھا جائے چنانچہ حضرت حکیم بن معاویہ قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ فرمایاکہ جب تم کھاؤتو اسے کھلاؤاور جب تم پہنوتو اسے پہناؤاور اس کے منہ پر نہ مارو اور اس کو بدزیب نہ بناؤ اور اس کو الگ نہ چھوڑو مگر گھر ہی میں (یعنی کسی بات پر سبق سکھانے کے لئے) گھر میں ہی الگ کرو گھر سے باہر نہ نکالو۔ (ابو داؤد۔ مشکوٰۃ)

بیویوں کے مابین عدل کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ:۔

''جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے جسم کا ایک دھڑ الگ ہو گیا ہو گا۔''

(مشکوٰۃ بروایت حضرت ابو ہریرہؓ)

اس بارے میں آنحضور ﷺ کا نمونہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا۔

آپ روزانہ ''بعد عصر ہر ایک بیوی کے پاس اس کے مکان پر تشریف لے جاتے اور ان کی ضروریات معلوم کرتے پھر بعد نماز مغرب سب سے ایک مختصر ملاقات فرماتے اور شب کو مساویانہ طور پر باری باری ہر ایک گھر میں استراحت فرمایا کرتے تھے۔ ہر بیوی کا مکان الگ تھا اور سب مکان باہم پیوست تھے۔ فتح خیبر کے بعد حضورؐ نے ہر ایک بیوی کے لئے اسّی وسق کھجور اور بیس وسق جو سالانہ مقرر کر دیئے تھے۔ دودھ کے لئے ہر بیوی کو ایک ایک دودھ دینے والی اونٹنی ملا کرتی تھی۔''

''حضر میں سب بیویوں کے ہاں روزانہ قیام کی باری مقرر تھی مگر سفر میں روانگی کے وقت قرعہ اندازی کی جاتی اور جس بیوی کا نام نکلتا۔ حضورؐ اس کو سفر میں ساتھ لے جاتے۔''

ایک روز حضور اکرم ﷺ کے گھر میں فاقہ تھا اتفاق سے ایک عجمی ہمسائے نے آپؐ کی دعوت کی رسول اللہؐ نے فرمایا عائشہ بھی ساتھ ہوں گی؟

میزبان ہمسائے نے کہا کہ ''نہیں'' کیونکہ اس نے ایک ہی آدمی کے لئے دعوت کا سامان کیا تھا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اگر عائشہ کی دعوت نہیں تو پھر میں بھی قبول نہیں کرتا۔

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ کی زوجہ ام حبیبہؓ بنت ابو سفیان سے ان کے بھائی معاویہ ملنے آئے ان دونوں بہن بھائیوں کا آپس میں بہت پیار تھا۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے ام حبیبہؓ کو مخاطب کرکے فرمایا۔

ام حبیبہؓ کیا معاویہ تمہیں بہت پیارا ہے؟

ام حبیبہؓ نے جواب میں کہا۔

ہاں! بھائی مجھے بہت پیارا ہے۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اگر یہ تمہیں بہت پیارا ہے تو مجھے بھی بہت پیارا ہے۔

بیویوں کی دلجوئی اور بیویوں کے قریبی رشتہ داروں سے بھی حسن سلوک سے پیش آنے کی یہ کیا ہی حسین اور دلکش مثال ہے۔

رسول اللہؐ کا حضرت عائشہؓ کو حبشیوں کے کرتب اور تماشہ دکھانا اور ایک دوڑ میں حضرت عائشہ کا مقابلہ کرنا وغیرہ واقعات بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر کے ماحول کو ہلکا پھلکا رکھتے ۔ ہر جائز طریقہ سے اپنی بیویوں کی دلداری و دلجوئی کا خیال رکھتے اور ان سے ہنستے مسکراتے ایام زندگی گزارتے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کسی برتن میں پانی پیا تو رسول اللہؐ نے اسی برتن میں اسی جگہ منہ لگا کر پانی پیا جہاں حضرت عائشہؓ نے منہ لگا کر پانی پیا تھا۔

ایک دفعہ حضرت صفیہؓ رو رہی تھی رسول اللہؐ نے دریافت فرمایا:۔

کیوں روتی ہو؟ حضرت صفیہؓ نے جواب دیا۔ حفصہؓ نے مجھے طعن دیا ہے کہ تو یہودن ہے۔ ہم رسول اللہؐ کی صرف بیویاں ہی نہیں بلکہ آپؐ کی برادری سے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا۔

واہ! یہ رونے کی کون سی بات ہے تم نے کیوں نہ یہ جواب دیا کہ میر اباپ ہارونؑ ہے اور میرا چچا موسیٰؑ ہے اور میرا شوہر محمد ﷺ ہے۔ پھر مجھ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے۔

اس بات سے حضرت صفیہؓ کا دل خوش ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی رسول اللہؐ نے حضرت حفصہؓ کو بھی دلآزاری والی باتیں کرنے سے منع فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوب رسول کریم ﷺ کی ایسی سچی اور حقیقی محبت عطا فرمائے کہ ہم اپنے ہرفعل و عمل میں اور بیویوں سے سلوک کرنے میں آپؐ کے پاک نمونہ اور آپ کی اعلیٰ تعلیم پر چلنے والے ہوں تاکہ ہمارا اور ہماری بیویوں کا خالق و مالک ہم سے راضی ہو جائے۔ آمین

****

دعوتوں کے آداب

دعوت باہمی محبت اور پیار کے اظہار کی علامت ہے

پارٹیاں اور دعوتی جلسے ہماری معاشرت کا ایک اہم حصہ ہیں۔ محلہ داری کا بھی یہ اہم فریضہ ہے کہ انسان وقتاً فوقتاً دعوتوں کے سامان پیدا کرے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اسے محبت بڑھانے کا ذریعہ قراردیا ہے۔ دعوتی جلسوں کا قیام دینی تمدن پر گہرا اثر ڈالتا اور معاشرہ کی بھی احسن رنگ میں تکمیل ہوتی ہے ۔ اس لئے دین نے دعوتوں اور تقاریب کے لئے بھی آداب سکھائے تاکہ انسان ان آداب پر عمل پیرا ہو کر اپنی دعوتوں کو حقیقی رنگ میں خوشیوں کی تقاریب بنا سکے۔ دعوتوں کے آداب مندرجہ ذیل ہیں۔

جب کوئی شخص دعوت پر بلائے تو اس کی دعوت کوقبول کرنا چاہئے کیونکہ دعوت کا قبول کرنا انسان کی باہمی محبت کی علامت ہے اور آپس میں پیار کے اظہار کی نشانی ہے ۔ بِن بُلائے دعوت میں شریک نہیں ہونا چاہئے ۔ دعوت کے لغوی معنی ہی بُلانے اورپکارنے کے ہیں ۔ اگر کوئی شخص دعوت پرجاتے ہوئے ساتھ ہولے توپھر صاحب خانہ سے اس کے لئے اجازت طلب کی جائے ۔ دعوت کے لئے وقت پرجانا چاہئے۔پہلے جاکر بیٹھنا نامناسب ہے کیونکہ اہل خانہ کو اس سے پریشانی اُٹھانی پڑتی ہے ۔ وہ آپ کو اپنی پوری توجہ اوروقت نہیں دے سکتا اور بجائے محبت بڑھنے کے مغائرت کا احساس دلوں پر غالب آنے لگتا ہے ۔ قرآنی حکم فَسَلِّمُوْاعَلٰی اَنْفُسِکُم کے مطابق کہ اپنے عزیز وں اور دوستوں کو سلام کہو ۔ سلام کرنا چاہئے اور مصافحہ کرنا چاہئے ۔ سلام کہنابہت بڑی نیکی ہے اور پاکیزہ دعاہے ۔ اور اخوّت دینی کے قیام کے لئے ضرور ی ہے کہ دعوتوں اورتقاریب میں آپس میں سلام اور مصافحہ کو رواج دیاجائے ۔

ہاتھ دھو کر اوربسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا جائے اور کھاتے وقت صفائی کا خاص خیال رکھاجائے ۔ کھانے میں نقص نہ نکالے جائیں اور نہ ہی مذمت کی جائے ۔ رسول کریم ﷺ دستر خوان پر جو کھانا آتا اگر ناپسند ہوتا تواس میں ہاتھ نہ ڈالتے لیکن اس کو بُرا نہ کہتے ۔ مُنہ میں لُقمہ ہوتو باتیں نہیں کرنی چاہئے۔ کھانے کی میز پر اگر بزرگ بیٹھے ہوں توکھانے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے بلکہ جب تک وہ کھانا شروع نہ کریں باقیوں کو کھانا شروع نہیں کرنا چاہئے۔ جب کوئی شخص کھانے کی دعوت دے اور پھر خود کسی کام میں مشغول ہوجائے تو بُرا نہیں منانا چاہئے کہ وہ ہمارے پاس ضرور کیوں نہیں آکر بیٹھا ۔ایک میز سے ایک دستر خوان سے کھانا دوسرے دستر خوان یا میز تک اُٹھاکر نہیں دیناچاہئے۔ کھانا آنے پر بے صبر ی ، جلد بازی اورحرص کا مظاہر ہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ بڑے وقارکے ساتھ مہذبانہ طریقے سے کھانا کھانا چاہئے ۔ اور نہ ہی کھاتے وقت منہ سے آوازیں نکالنی چاہئیں ۔ کیونکہ اس سے دوسرے شخص کو کوفت ہوتی ہے ۔جب کسی کی دعوت میں جائیں تواپنے نزدیک اورسامنے کے کھانے سے حصہ لینا چاہئے۔ حضور اکرم ﷺ جو سالن سامنے ہوتا اُسی میں ہاتھ ڈالتے اِدھر اُدھر ہاتھ نہ بڑھاتے تھے ، اوراس سے اوروں کو بھی منع فرماتے تھے اورفرماتے کل ممایلیک کہ تیرے سامنے ہے اُسے کھا۔ دعوت میں کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہئے جس سے دوسروں کو گھن آئے ۔آنحضرت ﷺ ڈکار کو ناپسند فرماتے تھے کہ اتنا زیادہ کیوں کھا جاتے ہو۔ دعوتوں میں کھانے کو ضائع نہ کریں اپنی پلیٹ میں اتنا ہی ڈالیں جتنی آپ کو کھانے کی چاہت ہے اور پھر اپنی پلیٹ کو صاف کریں اس میں کھانا نہ بچائیں۔

پس دعوتیں خدا تعالیٰ کی برکتوں کی سبیل ہیں۔ اپنی جسمانی صحت کی حفاظت کے ساتھ ساتھ روحانی صحت کا خاص خیال رکھیں۔ حرام اور منہیات سے بچتے ہوئے ہمیشہ حلال و طیّب غذاؤں کا استعمال کریں تا اخلاق بھی پاکیزہ ہو جائیں۔

احمدیوں کے صبر واستقامت کا عظیم نمونہ

حضرت مولوی محمد حسینؓ (سبز پگڑی والے) کی تصنیف ''میری یادیں'' سے چند ایمان افروز واقعات

حضرت مولوی محمد حسین المعروف سبز پگڑی والے کی تصنیف میری یادیں حصہ دوم سے ماخوذ بعض دلچسپ اور ایمان افروز واقعات ذیل میں ہدیہ قارئین ہیں۔ ان واقعات سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے احمدی مربیان اور داعیان الی اللہ کی نصرت و تائید اور ان کے اموال و نفوس میں برکت اور دشمنوں کی ذلّت ورسوائی کا بھی علم ہوتا ہے۔

نگلہ گھنو میں احمدیہ بیت کی تعمیر

حضرت مولوی محمد حسینؓ بیان کرتے ہیں۔

یوپی ہندوستان میں تقرری کے دوران میرا ہیڈکوارٹر نگلہ گھنو تھا۔ وہاں مسجد نہیں تھی اور حضرت صاحب سے قادیان چٹھی لکھ کر تعمیر مسجد کے لئے منظوری لی تھی۔ یہ واقعہ میری کتاب میری یادیں حصہ اول میں درج ہے۔

مگر اس کا دوسرا حصہ جس میں بیت الذکر کی تعمیر کے لئے مستری کی ضرورت تھی وہ درج نہیں ہے اس کا تذکرہ میں یہاں کر رہا ہوں۔ قریبی گاؤں میں ایک مستری رہتا تھا جو بیوت الذکر کے مینار بہت اچھے بناتا تھا۔ میں گھوڑی پر سوار ہو کر اسے لینے چلا گیا۔ وہاں گاؤں پہنچ کر گاؤں والوں سے پوچھا کہ اس مستری کا گھر کہاں ہے۔انہوں نے کہا کہ گاؤں کے درمیان میں اس کا گھر ہے۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہاں ایک چھوٹا سا چوک تھا وہاں ایک بریلوی پیر جی بہت بڑی ان کی داڑھی اور قریباً پچاس پچپن سال ان کی عمر تھی خود چار پائی پر بیٹھے ہوئے اور دو اُن کے مرید زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے جا کر السلام علیکم کہا۔ اس پیر نے کہیں میرے بارے میں باتیں سنی ہوئی تھیں اور میرے حلیہ سے بھی باخبر تھا کہنے لگا ہم تمہیں کافر سمجھتے ہیں۔ میں نے کہا جی آپ کو تو میں روک نہیں سکتا جو آپ چاہیں سمجھ سکتے ہیں۔ میں نے تو السلام علیکم کہا ہے اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ اَلۡقٰۤی اِلَیۡکُمُ السَّلٰمَ لَسۡتَ مُؤۡمِنًا (النساء:95) اگر تمہیں کوئی سلام کہے تو یہ نہ کہنا کہ تم مومن نہیں ہو۔ وہ کہنے لگا گھر کو لے جاؤ یہ قرآن۔ گویا کہ وہ قرآن پاک پر غصہ دکھانے لگا۔ میں گھوڑی سے اتر کر اس کے سامنے والی چارپائی پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا میں نے قابل اعتراض بات کیوں کرنی ہے ہم اس پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پیرجی نے اپنی کھڑاؤں اتاری اور مجھے اس طرح ماری کہ وہ میرے ڈنڈے کو لگی اور درمیان سے اس کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ پھر اسے اور غصّہ چڑھا اور دوسری کھڑاؤں پاؤں سے اتار کر میرے سر پر دے ماری۔ میں چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا اور وہ کھڑاؤں لکڑی کی تھی میرے سر سے خون بہنے لگا اور مجھے میرے سر سے اس نے دبا لیا۔ اسی جوش میں اس چارپائی کی چُول ٹوٹ گئی۔ وہ میرے اوپر سے ہوتا ہوا پیچھے گندے نالے میں منہ کے بل ایسا گرا کہ سارا ناک منہ اور سر اپنی چھاتی تک گند سے بھر گیا۔ کپڑے کی اس نے ٹوپی پہنی ہوئی تھی وہ پانی میں بہہ گئی۔ میں نے فوراً اپنی گھوڑی جو چارپائی کے پائے کے ساتھ باندھی ہوئی تھی کھولی اور اس پر سوار ہو گیا۔ میں نے کہا جب اسے اس کے مرید باہر نکالیں گے تو یہ نہایت گندہ غلاظت کا بھر گیا ہے اس نے مجھے پکڑ لینا ہے اور یہ مجھے بھی گندہ کرے گا۔

وہاں سے روانہ ہوا خون بہہ کر میرے کپڑوں پر کافی گرا ہوا تھا اور مسلسل گر رہا تھا۔ اللہ کی قدرت اس علاقہ میں نارائن سنگھ تھانیدار تھا۔ وہ میرا دوست بھی تھا۔ پتہ نہیں اُسے قدرت کیسے ادھر لے آئی وہ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگا: مولوی صاحب سلام۔ یہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا ہوگیا جو کچھ ہونا تھا اور میں نے کہا وہ سامنے دیکھ لو۔ اس پیر کو اس گند سے کھینچ کر اس کے مریدوں نے نکالا تھا۔ جب اس کا نقشہ دیکھا کہ سارا گند اس کے کپڑوں پر لگا ہوا تھا اور سر کے بال بھی گند سے جڑے ہوئے تھے۔ تھانیدار بڑا حیران کہ بات کیا ہے میں نے کہا اس کے مریدوں سے پوچھ لو۔ وہ ان سے پوچھنے لگا وہ کہنے لگے کہ جی ہم تو کچھ بتا نہیں سکتے۔ میں نے کہا اچھا میں بتاتا ہوں جہاں میں غلط بیانی کروں وہیں مجھے روک دینا کہ یہ نہیں ایسا ہوا تھا۔ میں نے سارا واقعہ شروع سے اخیر تک سنا دیا کہ اس طرح میں نے السلام علیکم کہا اور بعدہٗ یہ کچھ ہوا۔ تھانیدار صاحب کو تو غصّہ چڑھ گیا کہنے لگا اس پیر کو تھانے لے جانا ہے۔ تھانیدار نے میرے خون آلود کپڑے تو دیکھ ہی لئے تھے اور ساتھ ہی اس کے اپنے مریدوں نے گواہی بھی دے دی تھی۔ میرے بیان کی ضرورت ہی نہیں تھی وہ بھی مان گیا کہ اسی طرح ہی ہوا تھا۔

وہاں سے میں اور وہ تھانیدار اپنی اپنی گھوڑی پر دوبارہ سوار ہوئے وہ پیر دوبارہ آگے نہیں آیا اس نے دیکھا کہ تھانیدار تو مجھ سے باتیں کر رہا ہے اور اس کے مریدوں نے بھی صحیح بات کی تائید کر دی تھی۔ ہم وہاں سے سیدھے مستری کی طرف آئے۔ وہ تھانیدار بھی میرے ساتھ تھا اور وہ اسی کی طرف آیا تھا کیونکہ اس کی بھی کسی کے ساتھ لڑائی ہوئی تھی اس نے سمجھا کہ تھا نیدار میرے وارنٹ لے کر آیا ہے۔ وہ مستری گھر ہی تھا اور کھانا کھا رہا تھا۔ اس کی ایک لڑکی گھر سے باہر تھی اس سے ہم نے پوچھا کہ تمہارا ابّا کہاں ہے؟ وہ کہنے لگی کہ گھر میں روٹی کھا رہا ہے۔ ہم نے جب اس کے گھر جا کر اسے آواز دی تو اس کی بیوی آئی۔ اس نے اسے اندر جا کر بتایا کہ تھانیدار صاحب کسی کے ساتھ آئے ہیں اور بلا رہے ہیں۔ وہ اس سے کہنے لگا کہ باہر جاکر انہیں کہہ دو کہ گھر میں نہیں ہے۔ ہم نے باہر سے اونچی آواز میں اسے کہا کہ ہمیں پتہ ہے کہ تم کھانا کھارہے ہو۔ روٹی بعد میں کھانا ہماری بات سن جاؤ۔ خیروہ فوراً باہر آگیا۔ تھانیدار اس سے سخت ناراض کہ پہلے تم نے یہ کیوں کہا تھا کہ گھر میں تم نہیں ہو۔ میں نے تھانیدار صاحب سے کہا اسے چھوڑ دو میں نے اس سے بیت الذکر کے مینار بنوانے ہیں۔ میں نے اسے کہا کہ میں تمہیں لینے آیا تھا بیت الذکر کی تعمیر اور مینار وغیرہ بنانے تھے۔ وہ کہنے لگا کل آجاؤں گا۔ میں نے کہا اپنا سامان مجھے دے دو خود کل آجانا۔ اس سے میں نے کانڈی وغیرہ اوزار جو کچھ بھی ہوتا ہے لے لیا اور اٹھنّی اس کے ہاتھ میں پکڑا دی اور ہم واپس روانہ ہوئے۔ میں نے تھانیدار سے کہا کہ اب یہ وہیں آئے گا۔ راستہ میں کنواں آیا۔ وہاں میں نے تھانیدار سے کہا کہ میں یہ خون دھولوں لوگ کہیں گے کہ کہیں سے مار کھا کر آیا ہے۔ وہاں ہم دونوں گھوڑیوں سے اترے اور تھانیدار پانی ڈالتا گیا اور میں نے اپنا سر اور کپڑے دھولیے۔ اور اسی طرح گیلے کپڑوں کے ساتھ ہم گاؤں پہنچے۔ تھانے کے باہر سپاہی کھڑے تھے۔ میں نے تھانیدار سے کہا کہ اس کی رپورٹ نہیں کرنی اور نہ میں نے مقدمہ کرنا ہے۔ آریہ لوگوں نے تو اخبار میں لکھ دینا ہے کہ پیر اور قادیانی مولوی کا مقدمہ۔ اور یہ بات ہمیں سجتی نہیں۔ بڑا اس نے اصرار کیا کہ آپ مقدمہ لکھوائیں میں اسے گرفتار کرکے لے آؤں گا۔ میں نے کہا جو آپ کہہ رہے ہیں وہ بھی ٹھیک ہے مگر میں مقدمہ نہیں کروں گا۔ خیر میں گھر پہنچا۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو وہی پیر اپنے پانچ چھ مریدوں کے ساتھ چھ میل کا پیدل سفر طے کرکے میرے پاس پہنچا۔ اور آتے ہی پیر صاحب نے اپنی پگڑی اتاری اور میرے پاؤں پر رکھ دی۔ اس وقت پگڑی باندھ کر آیا تھا جبکہ پہلے وہاں کپڑے کی ٹوپی پہنی ہوئی تھی جو پانی میں بہہ گئی تھی۔ میں نے اس کی پگڑی اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اس کے سر پر رکھ دی۔ مجھ سے کہنے لگا کہ مجھے معاف کردو میں نے کہا پیر صاحب میں تو وہیں معاف کر آیا تھا۔ حالانکہ تھانیدار صاحب نے بہت مجھے کہا کہ میں تمہاری رپورٹ لکھواؤں مگر میں نے نہیں لکھوائی۔

بڑا شکریہ ادا کرنے اور بہت پیار کرنے لگا۔ اس کے مرید بھی کہنے لگے کہ ہمیں آپ سے یہی امید تھی۔ بڑی خوشی ہوئی۔ پھر وہ واپس چلے گئے۔

بھدرواہ میں احمدیوں سے بائیکاٹ کے خاتمے کا واقعہ

پہلے یہ واقعہ میری یادیں کتاب کے صفحہ 202 پر درج ہے۔

بھدرواہ میں مجھے قتل کرنے کے منصوبہ کے متعلق تھا۔ بعدہ ان کا انجام کیا ہوا اور کیسے احمدیوں سے ان لوگوں نے بائیکاٹ ختم کیا۔ بیعت کرنے والے تینوں ملازم تھے۔ ان کا بائیکاٹ کر دیا گیا۔ ایک بینک میں ملازم تھا انہوں نے اسے بینک سے فارغ کر دیا۔ دوسرا عبدالرحمٰن خان جنگلات کے محکمے میں ملازم تھا اسے بھی نوکری سے فارغ کر دیا گیا۔ اور تیسرا عبداللہ درزی کا کام کرتا تھا یہ چونکہ اپنا کام کرتا تھا اس کے بارے میں لوگوں سے کہہ دیا کہ اس سے کوئی کپڑے نہ سلوائے۔

وہاں کے حجاموں سے کہہ دیا کہ ان سب میں سے کسی کی حجامت نہیں بنانی۔ درزی کپڑے بہت اچھے سیتا تھا بعض لوگ چوری چوری اس سے کپڑے سلوا لیتے تھے۔ باقی دونوں فارغ ہو گئے۔ بعد میں ان لوگوں نے سوچا کہ انہیں فوری فارغ نہیں کرنا چاہئے تھا ان کے بغیر جنگلات اور بینک کا کام نہیں چل سکتا۔ بہر حال تینوں کو دوبارہ اللہ نے کاموں پر بحال کر وایا۔اور تینوں کئی مہینہ تک کام کرتے رہے۔ میں نے جلسہ سالانہ پر قادیان جانا تھا اب وہاں تیرہ چودہ کے قریب احباب احمدی ہوچکے تھے۔ ایک تو غلام

حیدر صاحب اور دوسرے غلام رسول صاحب تھے باقی نام اب یاد نہیں رہے اور سب معہ اہل و عیال احمدی تھے۔

وہاں کے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ ہر شریف آدمی احمدی ہوتا جا رہا ہے اور یہ کام بڑھتا جا رہا ہے تو انہوں نے میٹنگ کی کہ اکیلا آدمی یہاں آیا ہوا ہے اور اس کا کام تیزی سے بڑھ رہا ہے کیوں نہ ان سب کا بائیکاٹ کردیا جائے۔ ان سب نے اچانک ہم سب کا سوشل بائیکاٹ کر دیا کہ کوئی ان سے بول چال اور سلام نہ کرے اور ہر قسم کا لین دین بند کر دیا۔ میں بھی چند دن بڑا حیران رہا کہ اب کیا کیا جائے لوگ تو اب سنتے ہی نہیں۔

میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایک تحریک پیدا کی میں نے ان احمدی دوستوں سے مشورہ کیا کہ میں چند دنوں کے لئے کشتواڑ چلا جاتا ہوں۔ کشتواڑ بھدرواہ سے قریباً چالیس میل کے فاصلے پر تھا۔ سارا پہاڑی سفر پیدل کرنا تھا۔ ایک نوجوان میرے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوگیا۔ وہ کہنے لگا مولوی صاحب میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ قریباً سولہ سترہ سال اس کی عمر تھی ہم دونوں دو دن کے بعد کشتواڑ پہنچ گئے۔ ہم دونوں حیران ایک جگہ پر بیٹھے ہوئے سوچ رہے تھے کہ اب کدھر جائیں کہاں ٹھہریں کیونکہ وہاں تو کوئی احمدی گھر تھا ہی نہیں۔

مولا کریم نے اپنا خاص فضل فرمایا وہ عجیب قدرتوں کا مالک ہے۔ وہاں ایک دوست جو احمدی نہیں تھے ان کا نام تھا محمد حیات وہ وہاں گھاس کٹوانے والوں کا افسر تھااور ادھر ڈیوٹی پر تھا۔ جب میری ڈیوٹی جموں کشمیر میں تھی اس وقت وہ بھی وہیں تھا اور اس نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ میں نے جب اسے دیکھا تو السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا۔ کہنے لگا آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ میں نے کہا ہمارے بیٹھنے کی یہاں جگہ کوئی نہیں ہے۔ فوراً کہنے لگا آؤ میرے ساتھ اور اپنے گھر لے گیا۔ ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اسے دعوت الی اللہ کا سلسلہ شروع کیا۔ دو راتیں اس کے پاس رہے جب تیسرا دن آیا تو اس نے بیعت کرلی اس طرح ہمیں بیٹھنے کی جگہ مل گئی۔ کوشش شروع کر دی کہ اب دوسروں کودعوت الی اللہ شروع کی جائے اس کا تفصیلی پروگرام میں نے تیار کر لیا تھا۔

ابھی ہم تیاری میں تھے کہ ڈاک خانہ سے ایک بندہ ٹیلیگرام لے کر آیا جس پر لکھا ہوا تھا کہ سبز پگڑی والے جو مولوی محمد حسین صاحب پنجابی ہیں ان کو ملے پتہ صرف یہی لکھا تھا۔ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ آپ ادھر آگئے ہیں اور میں ادھر لے آیا یہ اس لانے والے نے کہا۔ خیر کھول کر جب اسے پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ اگر کھڑے ہو تو چل پڑو اور اگر بیٹھے ہوئے ہو تو اٹھ کر آجاؤ بڑا ضروری کام ہے۔ کام کیا تھا وہاں ہمارے احمدیوں نے ہمارے بائیکاٹ ختم کرنے کا طریقہ نکالا تھا۔ لاہور سے ایک وفد آریوں کا بھدرواہ پہنچا اس نے جو اسلام پر اعتراض کئے تھے۔ اس وجہ سے وہاں کے مسلمان مچھلیوں کی طرح تڑپ رہے تھے۔حضرت نبی کریم ﷺ پر اعتراض۔قرآن پاک پر اعتراضات۔اسلام پر اعتراضات۔ خدا تعالیٰ کے بارہ میں دینی عقیدہ پر اعتراض۔ غرضیکہ انہوں نے خوب میدان گرم کیا ہوا تھا اب وہاں کے لوگ اپنے مُلّاؤں کے پاس گئے مگر وہ کہنے لگے کہ ہمیں تو ایسے اعتراضوں کے متعلق کچھ علم نہیں ہے پتہ نہیں یہ کیا کہتے ہیں۔اس پر انہوں نے ہمارے احمدی احباب سے رابطہ کیا۔ چنانچہ ان کے پیغام پر خاکسار وہاں پہنچ گیا اور جلسہ منعقد کیا۔ سب لوگ اس میں شامل ہوئے۔ آریہ لوگوں کے اعتراضات کے مکمل جواب دیئے۔ کوئی مقابل پر نہ آیا۔ مسلمان خوش ہو گئے۔ (اس جلسہ کا تفصیلی ذکر میری یادیں صفحہ 214تا 220پر درج ہے)

جلسہ کے بعد سب نے مجھ سے مصافحہ کیا اور بائیکاٹ ختم کر دیا۔ اس کے بعد وہاں احمدیت پھیلنی شروع ہوئی۔ اب وہاں سے خط آیا تھا کہ احمدیت اللہ کے فضل سے قریباً یک صد گھروں تک پھیل چکی ہے۔ یہ عبدالرحمٰن خان صاحب کے خط 1984ء کی بات ہے۔

چار نَواحمدیوں کا باغ خریدنا اور اللہ تعالیٰ کا فضل

بھدرواہ میں مذکورہ چارآدمیوں کی نوکریاں ختم ہوگئی تھیں وہ مجھ سے کہنے لگے کہ مولوی صاحب اب ہم کیا کریں۔ میں نے کہا کوئی فکر نہ کرو اللہ رب العالمین ہے وہ کوئی نہ کوئی سامان پیدا کر دے گا۔ کہنے لگے کہ پھر آپ بتائیں کہ ہم کیا کام کریں۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا میں نے ان سے کہا کہ سحری کے وقت جب تم آؤ گے تو فجر کی نماز کے بعد بتاؤں گا۔ رات بہت دعا کی کہ مولا کریم ان سے وعدہ کر بیٹھا ہوں اورمیرے دماغ میں کوئی تجویز انہیں مشورہ دینے کے لیے نہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ کون سا کام کر سکتے ہیں اور کون سا نہیں۔ کوئی ایسا آسان سا کام ہو جو یہ سب مل کر کر سکیں خود راہنمائی فرما۔ یہ چار آدمی تھے عبدالرحمن خان صاحب۔ محمد عبداللہ صاحب۔ میر صاحب اور چوتھے کا نام بھول رہا ہے۔ نماز تراویح ہم پہلے وقت پڑھ لیا کرتے تھے۔ سحری کے وقت وہ آگئے اور فجر کی نماز کے بعد سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھ کر وہ پوچھنے لگے کہ مولوی صاحب اب آپ بتائیں۔ میں نے کہا آپ کے پاس کچھ رقم ہے۔ ایک صاحب کہنے لگے دو صد روپیہ دوسرے کہنے لگے دو اڑھائی صد میرے پاس ہوں گے۔ غرضیکہ چاروں کے ملا کر قریباً چھ صد روپے بن گئے۔ میں نے کہا چاروں ہی اکٹھے جا کر سیبوں کا باغ خرید لو بغیر خریدے واپس نہ آنا۔ مہنگا ہو یا سستا اب خرید کر ہی آنا ہے۔ خیر وہ چلے گئے جو وہاں قریب کے باغ تھے سبھی بکے ہوئے تھے ایک باغ ان میں جموں کشمیر کے لوگوں کا تھا ان سے سودا کرنے لگے یہ انہیں تین صد روپیہ کہیں وہ ان سے آٹھ صد روپیہ مانگیں۔ بہر حال ان کا پانچ صد روپیہ میں سوداطے ہو گیا۔ سودا کرکے آدھی رقم پہلے دے آئے اور بقیہ رقم بعد میں دینے کا وعدہ کر آئے۔ وہ باغ اتنی دور تھا کہ چوتھے دن پیدل سفر کرتے ہوئے وہ میرے پاس پہنچے۔ میں نے کہا سناؤ بھئی۔ کہنے لگے باغ تو ہم خرید کر آئے ہیں مگر بہت مہنگا ملا ہے۔ وہ پہلے تین صد میں بیچ رہا تھا ہمیں دیکھ کر وہ اٹک گئے اور ہمیں پانچ صد روپیہ میں ملا ہے۔ چونکہ آپ نے کہا تھا کہ خالی ہاتھ واپس نہیں آنا۔ اس کا پھل بھی کوئی اتنا اچھا معلوم نہیں ہوتا اب آپ ہمارے لئے دعا کریں۔ ان باغوں کی ان کے مالک اتنی دیر رکھوالی کرتے ہیں جتنی دیر تک ان سیبوں کا رنگ سرخی مائل نہیں ہو جاتا پھر بعد میں خریدار کے سپرد کر دیتے ہیں۔ ابھی اس باغ کے سیبوں کا رنگ سرخی مائل نہیں ہوا تھا اور اس کا انہوں نے قبضہ بھی نہیں لیا تھا کہ مجھے واپس قادیان جانا پڑگیا۔ اس بات کو دو ماہ گزر گئے۔ ایک دن قادیان عبدالرحمن صاحب آئے۔ میرے لئے بہت سے سیب لائے اور ایک پیٹی حضرت مصلح موعودؓ کے لئے لے کر آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ مولوی صاحب ہمیں اس میں چار ہزار پانچ صد روپے کا منافع ہوا ہے جبکہ ہم نے پانچ صد کا خریدا تھا۔ اور ابھی بھی ان پر پھل ہے معلوم نہیں کدھر سے نکلتا چلا آرہا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اتنا اس کو پھل لگایا کہ وہ یہی کاروبار کرتے رہے اور اسی سے مالامال ہو گئے۔ اب ان کا ایک دفعہ خط آیا تھا کہ وہاں پر جتنے بھی احمدی ہیں سب کی خدا کے فضل سے مالی حالت بہت اچھی ہے۔

غلام مصباح بلوچ ۔کینیڈا

حضرت حافظ محمد الدینؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ

حضرت حافظ محمد الدین صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ ولد مکرم عزیز الدین قوم قریشی اصل میں گجو چک ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے لیکن بعد ازاں چک 117 چھور ضلع ننکانہ صاحب(سابق ضلع شیخوپورہ) میں مقیم ہوگئے اور پھر ساری زندگی وہیں گزاری۔

حضرت حافظ محمد الدین پرانے صحابہ میں سے تھے، حضرت مسیح موعودؑ کے عاشق، مخلص احمدی اور خلافت کے ساتھ منسلک رہنے والے تھے۔ نظام وصیت کے آغاز میں ہی اس میں شامل ہوگئے، آپ نے1906ء میں وصیت کی، وصیت نمبر82 تھا۔ آپ کی وصیت اخبار بدر 15نومبر 1906ء صفحہ 14 پر شائع شدہ ہے۔ آپ نے 17جون 1945ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔ آپ کی وفات پر آپ کے بیٹے مکرم محمود احمد نے آپ کے مختصر حالات زندگی درج کرتے ہوئے لکھا:

”میرے والد حافظ محمد الدین (ساکن چھور) حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے صحابی تھے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے احمدیت میں داخل ہونے کا موجب یہ ہوا کہ ایک دفعہ میں ایک کتاب ”سچ بیان“ پڑھ رہا تھا جس میں پنجابی اشعار میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا ذکر کیا گیا ہے، ان اشعار کا میری طبیعت پر اتنا اثر ہوا کہ اسی وقت حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کر لی۔ والد صاحب دینی علوم کے اچھے عالم تھے، ان کے ذریعہ ہمارے گاؤں میں جماعت احمدیہ قائم ہوئی۔ کئی سال خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے والد صاحب کو اس جماعت کی تربیت کا موقع دیا جس کے نتیجہ میں ہمارے گاؤں کی جماعت اچھے معیار کی جماعتوں میں شار کی جاتی ہے۔ تبلیغ کا جوش آخری دنوں تک والد صاحب کے دل میں موجود تھا، فرمایا کرتے تھے کہ فلاں فلاں غیر احمدی رشتہ دار سے میل جول رکھو، ان کو خط لکھو، ان سے ملو تا کہ وہ احمدیت قبول کریں۔آپ کی نیکی اور تقویٰ کا غیروں پر بھی بہت اثر تھا، ہمارے گاؤں کے سرکردہ غیر ازجماعت افراد جب تک والد صاحب سے کسی مسئلہ کی تصدیق نہ کرا لیتے یقین نہ کرتے۔ غیر از جماعت والد صاحب کا بہت احترام کرتے تھے جس پر بعض دفعہ بچپن میں ہم حیران ہوا کرتے تھے کہ غیر ازجماعت والد صاحب کا اس قدر کیوں احترام کرتے ہیں۔

والد صاحب کی طبیعت میں تربیت کا مادہ حد درجہ غالب تھا، تربیت کے متعلق چھوٹے چھوٹے امور پر بھی بہت زور دیتے، نماز کے لئے احمدی نوجوانوں کے علاوہ غیرازجماعت نوجوانوں کو بھی ہمیشہ کہتے رہتے، میں نے بارہا دیکھا کہ مغرب کی نماز کے وقت والد صاحب مسجد جا رہے ہوتے تو جس راستہ سے گزرتے بعض غیر ازجماعت نوجوان آپ کو دیکھ کر اِدھر اُدھر ہو جاتے کہ حافظ صاحب آ رہے ہیں، نماز کے لئے لے جائیں گے اور بعض نماز کے لیے آ بھی جاتے، یہ وقار اور اثر خدا تعالیٰ کی دین ہے۔اگرغیر ازجماعت نوجوانوں کا کوئی گروپ تاش کھیل رہا ہوتا اور والد صاحب ادھر سے گزرے تو وہ تاش چھپا لیا کرتے۔ اصل میں خدا کے فضل اور اس کے بے انتہا کرم سے والد صاحب کا عملی پہلو ایسا تھا کہ اپنے اور غیر آپ کی صفات حسنہ کے قائل و مقر تھے اور آپ کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔

تقویٰ کے لحاظ سے میں نے والد صاحب کو بلند مقام پر پایا، مجھے بچپن کا ایک چھوٹا سا واقعہ کبھی نہیں بھولتا، میں آپ کے ساتھ سانگلہ ہل شہر سے اپنے گاؤں چھور جا رہا تھا، میں نے راستہ چلتے چلتے گیہوں کی ایک بالی کھینچی اور مسل کر پھینک دی، اس پر

باقی صفحہ8پر

محمد محمود طاہر

خادم دین ،با وفا اور خلافت کے سلطان نصیر
محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد کی ہمہ جہت شخصیت

جماعت کے قیام کو پچاس سال ہورہے تھے اور اسی کے ساتھ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی خلافت کو بھی پچیس سال بیت گئے تھے۔ یوں 1939ء کے سال دوجوبلیاں اکٹھی ہو گئی تھیں۔جماعت نے اس سال کو خصوصی اہمیت کے پیش نظر دینی روایات کے ساتھ منایا۔اس تاریخی سال کی ایک خاص بات یہ بھی ہوئی کہ مئی کا مہینہ تھا اور اس کی 9تاریخ، خاندانِ حضرت مسیح موعود میں ایک بچے کی ولادت ہوئی۔حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعود اور محترمہ سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ کے آنگن میں ایک خوبصورت پھول کھلاجس نے اپنی خوشبو سے گلشن احمدیت کو رونق بخشی اور ایک خادم دین اور نافع الناس وجود بن کر تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ٹھہرا۔گلشن احمدیت کی رونق میں اضافہ کرنے والا یہ خوبصورت پھول محترم صاحبزادہ مرزاغلام احمد تھے جن کا حضرت مسیح موعودؑ سے روحانی اور جسمانی رشتہ بھی تھا۔آپ نے ان دونوں رشتوں کی لاج رکھی اور اپنی تمام عمر سایہ خلافت میں اس کے سلطانِ نصیر بن کر گزار دی۔ یہ عظیم المرتبت ہستی 5اور 6 فروری 2018ء کی درمیانی رات اپنے مولیٰ حقیقی سے جاملی۔

محترم صاحبزادہ مرزاغلام احمد خاندان حضرت مسیح موعودؑکے روشن چراغ تھے۔ آپ حضرت مسیح موعود کے پڑ پوتے، حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد کے پوتے اور حضرت سید میر محمد اسحق کے نواسے تھے۔آپ کی شادی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہمشیرہ محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم سابق صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان سے ہوئی۔

صاحبزادہ صاحب موصوف کو بزرگ والدین کے ساتھ ساتھ حضرت مصلح موعودؓ کی تربیت میں پروان چڑھنے کا موقع ملااور آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی شفقت و محبت اور تربیت سے وافر حصہ پایا۔حضرت مصلح موعودؓ آپ اور آپ کے بڑے بھائی محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد اور آپ کی بہنوں کو اپنے بچوں کی طرح رکھتے تھے۔یوں آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی نگرانی میں پرورش پائی اور انہی نیک اور دینی روایات کو لے کر آپ آگے بڑھے اور جماعتی روایات کے امین بنے رہے۔

ایم اے پولیٹیکل سائنس کرنے کے بعد 1962ء میں آپ نے خدمت دین کیلئے اپنی زندگی وقف کردی۔ اس طرح آپ کی خدمات سلسلہ کا دائرہ 56سال پر محیط رہا۔یہ خدمات غیر معمولی انتظامی صلاحیت والی تھیں ، علمی نوعیت کی بھی تھیں۔ ذیلی تنظیموں کی قیادت بھی کی۔ 1974ء، 1984ء،2010ء کے مشکل اورابتلاء کی صورتحال میں صف اول کے مجاہد کے طور پر سایہ خلافت میں احباب جماعت کو ان حالات سے نکالنے کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ خلفائے سلسلہ کی قربت اور اعتماد حاصل رہا اور خلافت کے سلطانِ نصیر کا کردار ادا کیا۔آپ نے اپنی خدمات کا آغازریویو آف ریلیجنز کے مینیجنگ ایڈیٹر سے کیا پھر پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ وحضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ میں بطور ناظر تعلیم ، ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد مقامی ،ناظر دیوان صدر مجلس کا رپرداز اور محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد کی وفات کے بعد صدر، صدر انجمن احمدیہ ،ناظر اعلیٰ و امیر مقامی مقرر ہوئے جس پر آپ تادم واپسیں فائز رہے۔ان خدمات کے علاوہ آپ کو صدر مجلس وقف جدید انجمن احمدیہ، صدرخلافت لائبریری کمیٹی، صدر تبرکات کمیٹی، ممبر مجلس افتاء، صدر بیوت الحمد سوسائٹی ،مینیجنگ ڈائریکٹر الشرکۃ الاسلامیہ ،نائب افسر جلسہ سالانہ، ڈائریکٹر طاہر فاؤنڈیشن، ممبر الفضل بورڈاور اس کے علاوہ متعدد بورڈز و کمیٹیز کے ممبر کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی ۔

ذیلی تنظیموں میں خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور مجلس انصار اللہ مرکزیہ و پاکستان میں بھی تقریباً نصف صدی خدمات کی توفیق ملی۔ دونوں تنظیموں کے صدر رہنے کا اعزاز حاصل ہوا۔2009ء آپ کی مجلس انصار اللہ کی صدارت کا آخری سال تھا اور میری تنظیم انصار اللہ میں آمد کا پہلا سال تھا۔ خاکسارکو آپ کی صدارت میں بطور قائد تربیت انصار اللہ پاکستان کام کرنے کی توفیق ملی۔

محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔آپ کی طبیعت میں رعب و دبدبہ بھی تھا اور ضرورت مند ، غریب لاچار و مجبور لوگوں کے لئے انتہائی نرم گوشہ رکھتے تھے ان کے لئے دل پسیج جاتا تھا ۔خدمت دین اورخدمت خلق کمال تک پہنچی ہوئی تھی ۔ مجھے گزشتہ تین دہائیوں سے آپ کی شخصیت کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ وہ لوگ جو دوسروں پر اپنا اثر جما دیتے ہیں،جن کی قوت مؤثرہ طلسماتی کام دکھاتی ہوئی دوسروں پر اپنا اثر ڈال کر ان پر نقش ہو جاتی ہے۔ کچھ ایسا ہی جو ہر آپ کی شخصیت میں تھا۔آواز میں رعب تھا لیکن ذکر حبیب پر یہی آواز گلوگیر ہو جاتی تھی۔ شیر کی طرح آپ کی گرج بھی سننے کا موقع ملا اور ایک درد مند دل سے اٹھنے والے رقت آمیز بول بھی سننے کو ملے جو طبیعت پر گہرے نقوش چھوڑ جاتے تھے۔

اس قد آور شخصیت کے ساتھ گزرنے والے کئی لمحات یقینا سرمایہ زیست ہیں اور میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ آپ کی گونا گوں رفاقت نصیب ہوئی اور اس پہاڑ جیسی شخصیت کا مشاہدہ کا موقع ملا۔ آپ کا ذکر خیر کر نا جہاں ایک قرض ہے وہاں میرے لئے باعث اعزاز بھی ہے۔میں1990ء میں جامعہ سے فارغ التحصیل ہو کر میدان عمل میں آیا تو نظارت اصلاح و ارشاد مقامی جانے کا حدیقۃ المبشرین سے رقعہ ملا۔ یہاں ان دنوں محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد بطور ناظر خدمات سر انجام دے رہے تھے ۔ یوں آپ کے ساتھ براہ راست آمناسامنا ہونے کا یہ پہلا موقع میسر آیا تھا۔ آپ کی بارعب اور پُر کشش شخصیت متاثر کئے بغیر نہ رہ سکی ۔اگرچہ میری میدان عمل میں آپ کے زیر سایہ یہ رفاقت صرف 2 ماہ ہی رہی اور پھر مجھے وکالت تعلیم کے تحت ابلاغیات کی اعلیٰ تعلیم کے لئے یونیورسٹی بھجوا دیا گیالیکن آئندہ زندگی میں آپ کی کئی لحاظ سے رفاقت نصیب ہوئی۔ میرا روزنامہ الفضل میں تقرر ہوا تو محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد بھی ممبر الفضل بورڈ تھے ۔ اس دوران آپ سے بہت مواقع پر رہنمائی لینے کا موقع ملا اور تقریباً سولہ سال بطور ممبر الفضل بورڈ آپ کی رفاقت رہی۔ میرا طاہر فاؤنڈیشن میں تقرر ہوا تو آپ اس کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں بھی شامل تھے ، میری انصار اللہ آمد پر آپ نے میرا انتخاب بطور قائدتربیت کیا۔ نظارت اشاعت میں بطور مربی سلسلہ خدمت کا موقع ملا تو یہاں بھی کئی مسودات کے حوالہ سے آپ سے راہنمائی کاموقع ملااور پھر نظارت اصلاح و ارشادشتہ ناطہ میں بھی آپ سے مختلف اوقات میں روابط کا موقع پیدا ہوتا رہا۔یوں میں ان تین دہائیوں میں آپ کی شخصیت کا عینی شاہدہوں۔

آپ کی شخصیت کا نقشہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 9فروری 2018ء میں اتنی خوبصورتی سے کھینچا ہے کہ گویا دریا بلکہ سمندر کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔یہ خطبہ جمعہ یقیناً محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد کی سیرت و سوانح کا عظیم الشان بیان اور آپ کی خدمات کیلئے شاندار خراج تحسین ہے۔ارشاد نبوی ﷺ کہ ’’اپنے مرحوم بھائیوں کا ذکر خیر کیا کرو‘‘ کے تحت محترم صاحبزادہ مرزاغلام احمد کے بعض محاسن و محامد کا تذکرہ تحدیث نعمت کے طور پر کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کا نام غلام احمد رکھا تھا آپ خود بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ نے بچپن میں فرمایا تھا کہ تمہارا نام تو غلام احمد ہے لیکن ہم تمہیں احمد کہہ کے پکاریں گے کیونکہ ابھی حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ یوں آپ میاں احمد کے نام سے مشہور ہوگئے ۔ آپ حقیقت میں اسم بامسمّٰی بنے ۔آپ نے اپنے نام’’غلام احمد‘‘ کوحقیقت میں سچا کر دکھایا ۔ تمام عمر اپنے اس نام کی لاج رکھی۔آپ احمد عربی ﷺ کے بھی غلام تھے اور احمد ہندی کے بھی چاکر تھے کیونکہ آپ نے ساری زندگی وفا کے ساتھ خدمت دین میں گزار دی ۔یوں آپ نے اپنے نام کو سچا کر دکھایا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو جماعت احمدیہ کی تاریخ اور روایات پر عبور حاصل تھا۔روایات صحابہؓ اور ان کے خاندانوں کا تعارف آپ کو ودیعت کیا گیاتھا ۔آپ جماعتی روایات کاخاص اہتمام کرتے اور انہی روایات سلسلہ کو اپنی گفتگو اور خطابات کا موضوع بھی بنایا کرتے تھے تاکہ نئی نسل ان روایات کی حفاظت کرسکے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت طیبہ کا بیان اور سیرت کے مختلف پہلوؤں کاتذکرہ آپ کی ایک بڑی خوبی تھی۔ اسی طرح صحابہ مسیح موعود کا تذکرہ بھی بڑے ذوق اور شوق سے فرمایا کرتے۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودکی طرف اپنی صدارت انصار اللہ کے زمانہ میں بہت زور دیا کرتے تھے۔ اسی طرح صحابہ حضرت مسیح موعود کے حالات اور ان کی روایات پڑھنے کے بارہ میں احباب کو توجہ دلاتے ۔ آپ کا یہ ذوق اور جنون اس قدر تھا کہ آپ نے سیرت مسیح موعود اور سیرت صحابہ پر موجود کتب کی اشاعت میں بھی ذاتی دلچسپی کے ساتھ حصہ لیا ۔ چنانچہ آپ کے دور صدارت انصار اللہ میں ’’رفقائے احمد‘‘کی اشاعت نو ہوئی اور 313 صحابہ حضرت مسیح موعودؑ پر آپ نے کتاب مرتب کروائی۔ سیرت و روایات صحابہ پر مبنی دیگر کئی کتب کی اشاعت بھی آپ نے کروائی۔ یوں روایات صحابہ اور روایات سلسلہ کے امین ہونے کا عملی ثبوت ہمیں دیا۔

مسیح آخر الزمان کی مقدس بستی قادیان سے آپ کو بہت پیار تھا۔ مقامات مقدسہ کی تاریخ کے بارہ میں آپ کا علم سند رکھتا تھا۔ آپ نے اس علم کو اپنے تک محدود نہیں رکھا بلکہ ہر سال آپ اپنے خاندان کے بچوں اور دوسرے زائرین کے گروپس کو بھی مقامات مقدسہ کے بارہ میں معلومات بڑی دلچسپی کے ساتھ

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
ANDROID APP ON Google play

0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
ان ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں

فراہم کیا کرتے تھے۔

جلسہ سالانہ قادیان 2017ء میں بھی آپ کو جانے کا موقع ملا۔ خاکسار کو بھی یہ سعادت حاصل ہوئی۔ اس موقع پر آپ کی سیرت کے ایک اور پہلو کا مشاہدہ کرنے کا بھی موقع ملاکہ اس بڑھاپے اور کمزوری کی حالت میں آپ نے اٹاری سے قادیان اور قادیان سے اٹاری کا سفر جماعتی انتظام کے تحت چلنے والی بسوں میں ہی کیا حالانکہ آپ کے لئے بس کی سیڑھیاں چڑھنا بہت مشکل مرحلہ تھا لیکن آپ نے فرمایا کہ جس سواری کا جماعت نے انتظام کیا ہوا ہے اسی انتظام کے تحت ہمیں قادیان جانا اور وہاں سے آنا ہے۔چنانچہ آپ اور آپ کے خاندان کے افراد انہی بسوں میں گئے اور انہیں میں واپس آگئے۔ یہ آپ کی اطاعت نظام کی شاندار مثال ہے۔

پچھلی چار دہائیوں سے ہم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد اور صاحبزادہ مرزا غلام احمد کو ایک ساتھ دیکھتے رہے۔ مختلف دنیاوی حالات اور وقت گزرنے کے ساتھ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی کہ دونوں بھائیوں نے سلسلہ سے بھی وفا کے اعلیٰ معیار قائم کئے اور آپس میں بھی وفا کی مثال بن گئے اور خُلدِ بریں میں بھی ایک ساتھ ہونے میں دیر نہ کی اور جلد چھوٹا بھائی بڑے بھائی جان کے ساتھ جاملا۔

دکھی انسانیت کی ہمدردی آپ کی سیرت کا نمایاں پہلو تھا۔مصائب و آلام سے گزرنے والے لوگ داد رسی اور مدد کے لئے آپ کے پاس آتے۔ مختلف النوع حاجت مند آپ کے ہاں حاضر رہتے تھے۔ ان سب کی ضروریات پوری کرنے کے لئے آپ ذاتی و ممکنہ جماعتی ذرائع اختیار کرتے ہوئے ان کے کام آتے اور جب تک ان کی ضرورت پوری نہ ہو جاتی آپ بے چین رہتے۔بیوت الحمد سوسائٹی کے لئے آپ کی لمبی خدمات تھیں۔اس سکیم کے ذریعہ بھی آپ کو سینکڑوں خاندانوں کی سکونتی ضروریات براہ راست اپنی نگرانی میں پوری کرنے کی توفیق ملی۔علمی ضرورت مند بھی آپ کے پاس حاضر ہوتے۔جماعتی معلومات اور تاریخ کے آپ انسائیکلوپیڈیا تھے۔علمی جستجو رکھنے والوں کی علمی پیاس بجھانے کے لئے ہمہ تن ہشاش بشاش ہوکر حاضر رہتے۔روزنامہ الفضل میں خدمت کے دوران مجھے کئی شخصیات کی وفات پراور کئی اہم جماعتی تقریبات کی رپورٹنگ کا موقع ملتارہا۔جب بھی راہنمائی کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوا آپ کو تیار پایا۔آپ چونکہ جماعتی روایات کے امین تھے اس لئے رپورٹنگ پر آپ کی نظر تاریخی رہنمائی کاکام کرتی تھی۔ آپ کی نگرانی میں مجھے کئی مضامین لکھنے کا بھی موقع ملا۔ ماہنامہ انصار اللہ شہدائے لاہور نمبر میری ادارت میں 2010ء میں شائع ہوا تھا۔مجھے اس کے لئے آپ کا انٹرویو لینے کا بھی موقع میسر آیا جوکہ شہدائے لاہور نمبر کی زینت بنا۔سانحہ28مئی2010ء کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال کو سنبھالنے کے لئے آپ جماعت کے مرکزی نمائندہ ونگران کی حیثیت سے کئی دن لاہور میں ہی قیام پذیر رہے اور شہداء کی تجہیز و تکفین اور ان کے پسماندگان کی خبر گیری اوراحباب جماعت لاہور کی ڈھارس بندھانے کا کام بھی آپ کی تاریخی خدمت ہے۔ اس سانحہ عظیم کے موقع پر آپ کی قائدانہ صلاحیتیں،قوت فیصلہ،جذبہ خدمت،جذبہ ہمدردی اور احباب جماعت سے محبت کا دلکش پہلو کھل کر مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔قیام لاہور کے دوران آپ نے پریس کانفرنس اور ٹی وی پروگرامز میں شرکت اور جماعت احمدیہ کا موقف دبنگ انداز میں پیش کیا۔

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور مجلس انصار اللہ مرکزیہ و پاکستان میں آپ کو احباب جماعت کے تربیتی مسائل خوش اسلوبی سے حل کرنے کے جہاں بہت مواقع میسر آئے۔ وہاں آپ نے اپنا ذاتی نمونہ پیش کرتے ہوئے اپنی اولاد کی اعلیٰ دینی روایات کے ساتھ تربیت کی۔ اس تربیت کا ہی ثمرہ ہے کہ آپ کی اولاد اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدمات دینیہ میں پیش پیش ہے۔آپ کے بڑے صاحبزادے مکرم مرزا فضل احمد ناظر تعلیم کے طور پر خدمت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔دوسرے بیٹے مکرم مرزاناصر انعام احمد پرنسپل جامعہ احمدیہ برطانیہ کے طور پر خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ امریکہ میں مقیم آپ کے بیٹے مکرم مرزا نصیر احسان احمد نیشنل سیکرٹری مال کے طور پر خدمت بجا لارہے ہیں۔ آپ کے دامادمکرم سید میر محمود احمد ابن مکرم سید میر مسعود احمد بھی واقف زندگی اور ناظر صحت کے طور پر خدمت کی توفیق پارہے ہیں۔آپ کی اہلیہ محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم کو بھی تقریباً نصف صدی لجنہ اماء اللہ مرکزیہ و پاکستان میں خدمات کی توفیق ملی اور کئی سال صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان رہیں۔ یوں آپ کا گھر خدمت گاروں کا گھرانہ ہے۔ آپ شجر سایہ دار بھی تھے اور پھلدار بھی۔خدمت کی یہ لو جو آپ کے سینہ صافی میں تمام عمر منور رہی یہ شمع اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی اولاد میں بھی روشن ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو مقبول خدمات دینیہ کی توفیق دے اور آپ کی نیک روایات کو زندہ رکھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مورخہ 4فروری2018ء کو ایوان محمود میں خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ کی علمی و ورزشی ریلی کی تقریب تقسیم انعامات میں مجھے بھی شمولیت کا موقع ملا جس کے مہمان خصوصی محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب تھے۔ یہ آپ کی آخری پبلک میٹنگ اور صدارت تھی۔آپ نے اپنے خطاب میں محترم محمد شفیق قیصر صاحب مرحوم کا ذکر خیر کیاکہ وہ کس قدر جماعتی وفا اور اطاعت کا مظاہرہ کرنے والے واقف زندگی تھے۔ وہ اپنی ذات اور بیوی بچوں کی پرواہ کئے بغیر خلیفہ وقت کے ارشادات پر انتہائی مشکل حالات میں بھی جماعت کی خدمت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے اورپھر اسی راہ میں انہوں نے جان کا نذرانہ بھی پیش کر دیا۔

اس درسِ وفا کے وقت محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد پر رقت طاری ہو گئی اورآپ نے پُرنم آنکھوں سے ہمیں یہ سبق دیا کہ دربار خلافت سے اٹھنے والی ہر آواز پر دیوانہ وار لبیک کہتے چلے جاؤ اور زندگی کے آخری لمحہ تک وفا کے ساتھ خدمت سلسلہ کرتے جاؤ۔یقینا محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے زندگی کی آخری سانسوں تک سلسلہ کی خدمت اور خلافت سے وفاکی۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلندفرمائے۔

******

اوقات سحر و افطار

23جنوری 2020	انتہائے سحر	وقت افطار
مکہ مکرمہ	05:43	18:04
مدینہ منورہ	05:48	17:59
لندن	05:55	16:36
قادیان	06:02	17:53
ربوہ	05:41	17:33

(مرتبہ: ملک سعید الدین)

بقیہ از صفحہ 6 صحابی محمد الدین

والد صاحب نے مجھے سمجھایا کہ دیکھو تم نے کسی کے اتنے دانے ضائع کر دیئے، یہی چند دانے بار بار بوئے جاکر کئی ہزار دانے بن سکتے تھے۔ تربیت کا یہ پہلو ہمیشہ اُن کے پیش نظر رہا۔

خلافت ثانیہ کی بیعت کے متعلق ایک دفعہ میں نے پوچھا تو فرمانے لگے میں گاؤں میں تھا، جب مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کی اطلاع ملی، میری طبیعت میں ایک اضطراب پیدا ہوگیا اور میں نے بغیر اس اطلاع ملنے کے کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ خلافت پر متمکن ہوئے ہیں، اپنے خدا کے سامنے مقدس محمود کی بیعت کر لی اور مجھے چین نہ آیا جب تک یہ اطلاع نہ مل گئی کہ جماعت نے حضور کو ہی خلیفہ چنا ہے۔ نیکی کو جلدسے جلد کرنے کا جذبہ والد صاحب کی فطرت میں داخل تھا، نیکی بجا لانے میں کسل اور غفلت کا کوئی شائبہ آپ کی طبیعت میں نہیں پایا جاتا تھا۔

والد صاحب بہت پرانے موصی تھے، 20دسمبر 1905ء کو رسالہ الوصیت شائع ہوا اور چار ماہ بعد 2اپریل 1906ء کو آپ نے وصیت کر دی، آپ کا وصیت نمبر 82ہے۔ والد صاحب اپریل 1941ء میں عارضہ فالج میں مبتلا ہوئے اور پورے چار سال پونے دو ماہ صاحب فراش رہے، اس لمبی بیماری کے دوران والد صاحب کو17جون کو اچانک سر سام ہوا اور چند گھنٹوں میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ 18 کی شام کی گاڑی سے جنازہ لاہور سے قادیان لایا گیا اور 19 کی صبح کو حضور کی اجازت سے حضرت مولوی سید سرور شاہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور والد صاحب بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے، ان کی تدفین اُن کے ایمان اور اخلاص کی مصدق ہوئی یہ امر بھی والد صاحب پر خدا تعالیٰ کی رحمتوں کی ایک علامت ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے از راہ کرم جمعہ 22جون کو آپ کا جنازہ غائب پڑھا اور فرمایا ''حافظ محمد الدین حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے رفیق اور مخلص احمدی تھے''

(الفضل 9 جولائی 1945ء صفحہ 6)

حضرت حافظ محمد الدین کی اہلیہ محترمہ کا نام حضرت فاطمہ بی بی تھا جنہوں نے 16جولائی 1934ء کو تقریباً 52 سال کی عمر میں وفات پائی اور بو جہ موصیہ ہونے (وصیت نمبر 2482۔ موصیہ 1/5)حصہ کے بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئیں۔